© rasailojaraid.com

تبصرے

فیصلہ ہفت مسئلہ | حضرت حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی

جمہور مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں بعض مسئلوں کے متعلق جن کی تعداد عام طور سے سات ہے، شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی مسئلہ بھی دین میں بنیادی حیثیت نہیں رکھتا، لیکن اس کے باوجود اُنھیں مدارِ دین بنا کر ایک دوسرے کی تکفیر روا رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ اس سے مسلمانوں کے ہاں ایک بہت بڑا فتنہ برپا ہوگیا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے انہی سات مسئلوں کے متعلق ایک مختصر سا رسالہ رقم فرمایا تھا، جس میں ان مسئلوں کی وجہ سے جمہور مسلمانوں میں اختلاف کی جو خلیج پیدا ہوگئی تھی، اسے بھرنے کی سعی کی۔

محکمہ اوقاف مغربی پاکستان کے شعبہ تعلیم و مطبوعات نے اس غرض سے اس رسالے کو طبع کرایا ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت ہو۔ یہ رسالہ عوام تک پہنچے اور ان سات مسئلوں کے متعلق جمہور مسلمانوں میں جو اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ اور ان کے اندر ان کے بارے میں آئے دن جو نزاعات اٹھتے رہتے ہیں، وہ ختم ہو جائیں۔ امت مسلمہ متحد ہو اور متحد ہوکر اپنے داخلی امور کی اصلاح کرے۔ اور اس وقت جن سنگین خارجی خطرات کا اسے سامنا کرنا پڑ رہا ہے، وہ ان سے عہدہ برآ ہو سکے۔

محکمہ اوقاف کا یہ اقدام نہایت مفید اور بابرکت ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس رسالے کا خاطرخواہ اثر ہوگا، اور حاجی امداد اللہ صاحب کی ذات گرامی جو جمہور مسلمانوں کے ان دونوں مسلکوں کے لیے واجب الاحترام ہے، ان اختلافات کو ختم کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ ضرورت اس کی ہے کہ یہ رسالہ ہر اُس شخص تک پہنچے، جو ان مسئلوں سے کچھ نہ کچھ دلچسپی رکھتا ہے۔ یہ رسالہ جس انداز سے لکھا گیا ہے۔ اور حضرت حاجی صاحب نے اس میں جو زبان استعمال کی ہے، اس کی وجہ سے یہ سیدھا دل میں اُترے گا اور اس کا لازماً اثر ہوگا۔

حضرت حاجی صاحب اپنے وقت کے ایک عالم ہوئے صاحب طریقت بزرگ تھے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اس کے ساتھ وہ مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد گنگوہی جیسے اساطینِ مسلک دیوبند کے مرشد بھی تھے۔ حضرت حاجی صاحب کی یہی جامعیت ہے، جس نے ان کے زیر نظر رسالے کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ اور محکمۂ اوقاف نے اسے عام اشاعت کے لیے منتخب کیا ہے۔ یقیناً محکمہ کے اس انتخاب پر کسی کو بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ اور سب اس کی اس کوشش کا خیر مقدم کریں گے۔

اب ہم رسالۂ فیصلہ ہفت مسئلہ کے مندرجات پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

مولود شریف

پہلا مسئلہ ہے مولود شریف۔ مولود شریف کو ایک معین تاریخ پر ایک مخصوص طریقے سے کرنا۔ اور پھر اس کے دوران قیام یعنی سلام پڑھنے کے وقت کھڑا ہونا۔ حاجی صاحب لکھتے ہیں کہ بعض علما ان باتوں کو بدعت سمجھ کر ان سے منع کرتے ہیں۔ اور اکثر علما اس وجہ سے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں بہرحال فضیلت ہے۔

حضرت حاجی صاحب ان دونوں نقطہ ہائے نظر میں یوں تطبیق فرماتے ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص میلاد میں اس قسم کی مخصوص کی ہوئی باتیں (تاریخ، قیام وغیرہ) محض اختیاری سمجھتا ہے۔ اور بذات خود عبادت نہیں سمجھتا بلکہ صرف مصلحت سے ان پر عمل کرتا ہے۔ البتہ اپنے اس مقصد کو جس کے لیے وہ یہ سب کچھ کرتا ہے (یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے احترام کو) ضرور عبادت جانتا ہے تو یہ بدعت نہیں ہے۔

(۲) اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ خاص تاریخ پر مولود نہ پڑھا گیا یا اس میں قیام نہ ہوا یا خوشبو اور شیرینی کا انتظام نہ ہوا تو ثواب ہی نہ ملا تو اس قسم کا عقیدہ بے شک غلط ہے۔ کیونکہ یہ شریعت کی حد سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح مباح فعل کو حرام اور گمراہی سمجھنا بھی غلط ہے۔

(۳) اعتقاد ایک اندرونی چیز ہے۔ بغیر دریافت کیے ہوئے اس کی کیفیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ یہ بات اچھی نہیں ہے کہ چند ظاہری علامتوں کو دیکھ کر کسی پر بدگمانی کی جائے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بعض لوگ قیام نہ کرنے والوں پر ملامت کرتے ہیں۔ یہ ملامت یقیناً بے جا ہے۔ کیونکہ شرعی اعتبار سے قیام واجب نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) یہ عقیدہ کہ مجلس مولود میں حضرت پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں تو اس عقیدہ کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے۔ یہ بات عقلاً و نقلاً ممکن ہے ..... کسی ممکن بات کا اعتقاد کس طرح کفر و شرک ہو سکتا ہے .....

مسئلہ زیر بحث کے جملہ پہلو بیان کرنے کے بعد حضرت حاجی صاحب اس بارے میں اپنا مسلک یوں واضح کرتے ہیں:

فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں۔ اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں۔ عمل درآمد اس سلسلے میں یہ رکھنا چاہیئے کہ چونکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ اور ہر فریق کے پاس شرعی دلائل بھی ہیں، جیسے اکثر اختلافی مسائل میں ہوا کرتے ہیں، چاہے قوت یا ضعف کا فرق ہو، اس لیے خواص کو چاہیئے کہ جو اُن کی تحقیق ہو۔ اس پر عمل رکھیں، لیکن دوسرے فریق کے ساتھ بغض اور کینہ نہ رکھیں ..... بلکہ اس اختلاف کو حنفی شافعی کے اختلاف کی مانند سمجھیں۔

فاتحہ مروّجہ

میت کی روح کو ثواب پہنچانے میں اصولی طور پر کسی کو کلام نہیں، لیکن یہاں بھی اگر کوئی اس ثواب کو مخصوص باتوں پر موقوف سمجھے جو آج کل کی مجالس فاتحہ میں رائج ہیں۔ یا ان باتوں کو واجب یا فرض تصور کرے تو یہ ممنوع ہو جائیں گی۔ اور اگر یہ عقیدہ نہیں ہے، بلکہ اس خاص شکل کو محض مصلحت سے اختیار کیا جائے تو کوئی ہرج نہیں .....

اس کے بعد حاجی صاحب نے فاتحہ کے ضمن میں جو رسمیں رائج ہیں، وہ معاشرہ میں کس طرح ارتقاپذیر ہوئیں، اُسے بیان کیا ہے اور بتایا ہے، بعض مصلحتوں کے تحت ایک ایک کر کے بتدریج یہ رسمیں وجود میں آئیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:

قطع نظر ان مصلحتوں کے ان باتوں میں بعض روحانی اسرار بھی ہیں۔ بہرحال اگر ایسی مصلحتیں ایک خاص شکل اختیار کرنے کا باعث ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اب جہاں تک عوام کے غلو کا تعلق ہے، تو اس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اصل عمل کو منع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر عوام کسی بات میں غلو کریں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اہل فہم کا عمل غلط ہو گیا۔

ایک مشہور حدیث ہے من تشبہ بقوم فہو منہم ... جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تو وہ ان میں سے ہے)، عام طور پر ہمارے علما ہر چھوٹی بڑی چیز میں دوسروں کے تشبہ کو اس حدیث کے حکم میں داخل کر لیتے ہیں۔ اور اس پر فتویٰ صادر کر دیتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے تشبہ کے مسئلے پر بحث کی ہے، فرماتے ہیں:

"تشبہ اس وقت تک رہتا ہے، جب تک وہ عادات اس قوم کے ساتھ ایسی مخصوص ہوں کہ جو شخص یہ کام کرے اس پر لوگ حیرت کریں یا وہ اسی قوم میں سے سمجھا جائے۔ جب وہ عادات دوسری قوموں میں پھیل کر عام ہو جائیں تو تشبہ جاتا رہتا ہے۔ ورنہ ہنود کی عادات و رسوم غیر قوموں سے لیے گئے ہیں۔ اور مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے ہیں کہ کسی عالم اور درویش کا گھر بھی اس سے خالی نہیں ہے۔ یہ سب باتیں بری نہیں سمجھی جا سکتیں۔"

حاجی صاحب نے اپنے اس مسلک کی تائید میں اہل قبا کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب قرآن مجید میں ان کی پاکیزگی و طہارت پسندی کی تعریف آئی تو رسول اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس طہارت کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ ہم نے اپنے پڑوسی یہودیوں کو دیکھا وہ پانی سے استنجا کرتے ہیں تو ہم نے بھی یہی کرنا شروع کیا۔ اس پر آپؐ نے اُن سے فرمایا کہ تم ایسا ہی کیا کرو۔

اس بحث کے بعد حاجی صاحب اصل مسئلے پر آتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

"ہاں اگر کوئی بات عام نہیں ہوئی اور اس غیر قوم کی خصوصیت ہے تو تشبہ ہو جاتا ہے، جو منع ہے۔ چنانچہ ثواب پہنچانے کی شکل جو اس زمانے میں رائج ہے، کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کی گیارہویں کی رسوم، دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، برسی وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ اور نیز سہمنی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ، شب برات کا حلوہ اور ایصالِ ثواب کے دوسرے طریقے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"فقیر کا مشرب اس سلسلے میں یہ ہے کہ میں ان خاص شکلوں کا پابند نہیں ہوں۔ مگر کرنے والوں پر انکار بھی نہیں کرتا۔ اس مسئلہ میں عمل درآمد یہی رکھنا چاہیے، جو اوپر میلاد شریف کے بارے میں بیان ہو چکا ہے۔ یعنی دونوں فریق آپس میں صلح کر رہیں۔ بحث و مباحثہ نہ کریں۔ ایک دوسرے کو وہابی بدعتی نہ کہیں اور عوام کو غلو اور جھگڑا کرنے سے منع کریں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عُرس اور سماع

عرس کی رسم کس مقصد کے تحت جاری ہوئی، اور اس میں جو مختلف اعمال بجالائے جاتے ہیں، وہ کن مصلحتوں کے نتیجے میں وجود میں آئے۔ حاجی صاحب اُن کا بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

عرس کی اصلیت یہی ہے۔ اور اس میں کوئی ہرج نظر نہیں آتا، بلکہ بعض علما نے احادیث سے اس کا جواز بھی نکالا ہے۔

ایک حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تتخذوا قبری عیداً (میری قبر کو میلہ مت بنانا)۔ حاجی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ نے قبر پر میلہ لگانے سے منع کیا ہے کیونکہ زیارت قبور عبرت اور آخرت کو یاد دلانے کے لیے ہے نہ کہ غفلت اور زینت کے لیے۔ (اس حدیث کے) یہ معنی نہیں ہیں کہ قبر پر جمع ہونا منع ہے۔ ورنہ قافلوں کا روضہ اقدس کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ جانا بھی منع ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے۔

غرض بذات خود رسم عرس کے متعلق حاجی صاحب کا فیصلہ یہ ہے:

حقیقت یہ ہے کہ زیارت قبور اکیلے یا جماعت کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے۔ اور ایصال ثواب بذریعہ تلاوت قرآن اور تقسیم طعام بھی جائز اور مصلحت سے خاص تاریخ کو مقرر کرنا بھی جائز اور یہ سب مل کر بھی جائز۔

باقی رہا سماع۔ اس بارے میں حاجی صاحب کا ارشاد ہے:

سماع بذات خود ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بغیر ساز کے سماع میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن اس کے متعلق محققین کا قول ہے کہ اگر جواز کی شرطیں موجود ہوں اور فساد کرنے والی باتیں موجود نہ ہوں تو درست ہے۔ ورنہ نہیں۔ جیسے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں مفصل بیان کیا ہے۔ اور ساز کے ساتھ سماع میں بھی اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے ان حدیثوں کی تاویلیں کی ہیں، جن میں ساز منع معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں فقہ سے دلائل پیش کیے ہیں۔

اس مسئلے میں خود حاجی صاحب کا مسلک یہ ہے:

ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔ اوّل، قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی اگر وقت میں گنجائش ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے۔ پھر کھانا کھلا دیا جاتا ہے۔ اور اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ اس سے زائد فقیر کی عادت نہیں ہے۔ اور نہ کبھی سماع کا اتفاق ہوا ہے۔ نہ خالی نہ ساز کے ساتھ۔ مگر دل میں اہل حال پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ آخر میں عرس نہ کرنے والوں اور کرنے والوں دونوں پر یہ تبصرہ کیا ہے:

جو لوگ نہ کریں تو اس بات کو اُن کا کمال اتباع سنت کا شوق سمجھو اور جو کریں، ان کو اہل محبت میں سے جانیں اور ایک دوسرے پر انکار نہ کریں۔ اور عوام کی زیادتیوں کو لطف و نرمی سے روکنے کی کوشش کریں۔

غیر اللہ کو پکارنا

ہمارے ہاں یہ مسئلہ بھی سخت نزاع کا باعث رہا ہے کہ آیا "یا رسول اللہ" اور "یا شیخ عبد القادر" کہہ کر پکارنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں حاجی صاحب لکھتے ہیں:

یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ ملائکہ درود شریف کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ اگر اسی اعتقاد سے کوئی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر مشاہدہ نہ ہو رہا ہو۔ نہ پیغام پہنچانا مقصود ہو اور نہ کوئی پیغام پہنچانے کے ذریعے کی کوئی دلیل ہو تو ایسا پکارنا منع ہے۔

اب رہا کسی ولی کو اسی طرح پکارنا تو اس کے متعلق حاجی صاحب کی رائے یہ ہے:

مثلاً اگر کوئی کسی ولی کو زور سے پکارتا ہے۔ اس طرح کہ ان کو سنانا منظور ہو اور نہ وہ روبرو ہیں اور نہ اس شخص کے پاس کوئی شرعی ثبوت ہے کہ ان کو کسی ذریعہ سے خبر پہنچ جائے گی تو یہ اعتقاداً اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ اور علم غیب کا دعویٰ بھی ہے۔ بلکہ شرک سے ملتا جلتا ہے۔ مگر بے دھڑک اس کو شرک اور کفر کہہ دینا جرأت کی بات ہے۔ کیونکہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان بزرگ کو خبر پہنچا دے۔ اور کسی ممکن بات کا اعتقاد شرک نہیں ہو سکتا، لیکن جو بات ہو سکتی ہے، اس کا ہو جانا ضروری نہیں۔ اس لیے اس قسم کی بے معنی پکار کی اجازت نہیں ہے۔

"یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ" کا جو وظیفہ پڑھا جاتا ہے، کیا وہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔ اس مسئلہ کا فیصلہ حاجی صاحب یہ کرتے ہیں:

اگر شیخ کو متصرف حقیقی سمجھے تو یہ شرک کی طرف لے جانے والی بات ہے۔ ہاں اگر وسیلہ یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعہ جانے یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر خالی الذہن ہو کر پڑھے تو کوئی ہرج نہیں۔ یہ اس مسئلے کی حقیقت ہے۔ اب بعض علما اس قسم کی پکار کو منع کرتے ہیں۔ اس خیال سے کہ عوام فرقِ مراتب نہیں کرتے۔ اُن کی نیت بھی اچھی ہے۔ انما الاعمال بالنیات (یقیناً اعمال کا مدار نیتوں پر ہے) مگر مصلحت یوں ہے کہ اگر پکارنے والا سمجھ دار ہو تو اس پر حسنِ ظن کیا جائے۔ اگر اس کے عقیدے میں کوئی خرابی ہو تو بالکل روک دیا جائے۔ لیکن ہر موقع پر اصل عمل سے منع کرنا مفید نہیں ہوتا۔

یہاں حاجی صاحب نے انسانی نفسیات سے اپنی گہری معرفت کا ثبوت دیتے ہوئے ایک بڑے پتے کی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں:

ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے، جو بہت جگہ کارآمد ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غلط عمل میں مبتلا ہو اور اس کے حالات کو دیکھ کر یہ یقین ہو جائے کہ یہ شخص اصل عمل کو ترک کر دے گا تو اس موقع پر نہ تو اس کو اصل عمل کے چھوڑنے پر مجبور کرے۔ کیونکہ سوائے فساد اور دشمنی کے اور کوئی نتیجہ نہ ہو گا۔ اور نہ اس کو بالکل آزاد اور بے لگام چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ شفقت اور اخوتِ اسلامی کے خلاف ہے۔ بلکہ اصل عمل کی اجازت دے کر اس میں جو خرابی ہو، اس کی اصلاح کرے۔ اس میں قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا حکم ہے: ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ

جماعتِ ثانیہ (یعنی مسجدوں میں ایک جماعت کے بعد دوسری جماعتیں کرنا)

حاجی صاحب لکھتے ہیں کہ اس مسئلے میں قدیم زمانے سے اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دوسری جماعت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بعض شرائط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔

ان دونوں اقوال میں، حاجی صاحب یوں تطبیق دیتے ہیں کہ سستی و کاہلی سے پہلی جماعت کو اس لیے چھوڑ دینا کہ دوسری جماعت ہو جائے گی، یہ مکروہ کے حکم میں آتا ہے۔ لیکن کسی معقول عذر سے پہلی جماعت رہ گئی تو دوسری جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اس بارے میں رفعِ نزاع کے لیے وہ یہ معقول حل پیش کرتے ہیں:

جہاں دوسری جماعت نہ ہوتی ہو، وہاں تنہا پڑھ لے، خواہ مخواہ جماعت نہ کرے۔ اور جہاں ہوتی ہو شریک ہو جائے اور مخالفت نہ کرے۔

© rasailojaraid.com